''اسلامی جمہوریہ ایران میری نظر میں''

پروفیسر محمد اختر صدیقی

صدر شعبہ تربیت اساتذہ و ڈائریکٹر اکیڈمک اسٹاف کالج

جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

مغربی ایشیائی ممالک میں اسلامی جمہوریۂ ایران ایک ایسا ممتاز و معروف ملک ہے جس کا طویل تابناک ماضی اور ترقی پذیر حال دونوں ایک امتیازی حیثیت کے حامل ہیں جو ایک قدیم تمدن و ثقافت کا گہوارہ اور ہمیشہ سے فنون لطیفہ کے دلدادہ اور دانشوروں کا مسکن رہا ہے۔ تعلیمی میدان میں آج سے سیکڑوں بلکہ ہزار برس قبل بھی اس کا ایک امتیازی مقام تھا۔ اسی امتیازی حیثیت کے سبب اس کی تعلیمی وثقافتی سرگرمیوں کی تیز روشنی نے آس پاس کے ممالک جن میں ہندوستان بطور خاص قابل ذکر ہے کو صدیوں تک منور رکھا۔ جس کے دلکش فن تعمیر نے اطراف کے ممالک میں نہ صرف مقبولیت حاصل کی بلکہ ان ممالک کے طرز تعمیر کو ایک نئی اور پر رونق شکل میں ڈھالا تھا جس کی دستکاریوں کے جادو نے ہندوستان کے عوام کی تخلیقی صلاحیتوں کو ایک نئی سمت بھی عطا کی۔

ایک دیرینہ مضبوط ثقافتی ورثہ اور سرمایہ کا مالک ہونے کے سبب ایران نے اطراف کے ممالک بالخصوص برصغیر کی تہذیب کو خوب متاثر کیا تھا اور یہاں کی زبان، اقدار، معاشرتی زندگی اور تعلیمی نظام وغیرہ پر اپنی واضح چھاپ چھوڑی تھی جس کے گہرے نقوش آج بھی جابجا نظر آتے ہیں۔ انہیں ثقافتی وفنی سرمایوں سے مالامال اور اقتصادی وتعلیمی اعتبار سے نہایت قوی ایران آج بھی ایک اہم اور قابل ذکر قوم کی شکل میں دنیا کے نقشہ پر چمک رہا ہے۔ تقریباً نو کروڑ کی آبادی والے اس ملک میں اکثر باشندے دین اسلام کے ماننے والے ہیں۔ جنہوں نے ظہور اسلام کے ابتدائی دور سے ہی اسلام کو اپنی دنیوی واخروی زندگی میں کامیابی کا واحد

ذریعہ تسلیم کرلیا تھا اور تب ہی سے یہ اسلام کی پیروی اور تبلیغ و اشاعت میں سرگرم ہوگئے البتہ ماضی قریب میں چند ایک صدیاں ایرانی تاریخ میں ایسی بھی گزریں جن میں اس ملک کا اسلامی تمدن سے فعال ارتباط کچھ ماند پڑ گیا تھا اس کا بنیادی سبب یہ تھا کہ اس دور کے سربراہان مملکت کو یہ یقین ہوگیا تھا کہ جدید دور میں مغربی تہذیب وعلم ہی ان کی اور ان کے عوام کی ترقی اور دائمی بقاء کا اصل ذریعہ ہوسکتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسلامی تہذیب کی قوی اقدار کو پس پشت ڈال کر سماج پر مغربیت کی قلعی چڑھانے کی ایک مستقل مگر کھوکھلی مہم چھیڑ دی تھی۔ اگرچہ یہ ایک ایسا عمل تھا جسے ایران کے ذی شعور اور ذی فہم عوام کی تائید حاصل نہیں تھی اور یہ طبقہ مسلسل اس جدوجہد میں مشغول تھا کہ کسی طرح اس غلامانہ اور باغیانہ ذہن اور سوچ سے پوری قوم کو آزاد کروا کر انہیں واپس اسلام کے زریں ضابطۂ حیات میں رہنے کی راحت وآزادی فراہم کروادی جائے۔ ان کی مخلصانہ جدوجہد بالآخر رنگ لائی اور بیسویں صدی کی آخری دہائیوں میں ایران میں تاریخ ساز انقلاب اسلامی رونما ہوا اور اس کے نتیجہ میں ملک میں اسلامی حکومت کا قیام عمل میں آیا اور پھر سے اسلامی معاشرت واسلامی اقدار کا سماجی زندگی میں ایک عام چلن شروع ہوگیا۔ ظاہر ہے کہ کسی ملک کے عوام کی اس سے بڑی خوش بختی اور کیا ہوگی کہ اسے ان کے کھوئے ہوئے ثقافتی ومذہبی سرمایہ کو لوٹا دیا جائے اور اسے ایسا پرسکون ماحول مہیا کردیا جائے جس میں وہ آزادی کے ساتھ اپنے عقیدے اور دین پر عمل کرسکیں اور اسکے مطابق زندگی گذار سکیں۔ اس تاریخ ساز سماجی تبدیلی کے وقت حتّی کہ آج بھی بہت سے مغربی اور مغرب زدہ قوموں اور گروہوں کو اس بات پر شک تھا اور بعض کو آج بھی ہے بلکہ وہ اپنے مفاد کے لئے ایسے اشکالات کا قصداً ڈھونگ رچاتے رہتے ہیں، کہ اسلامی اقدار، اسلامی نظام حکومت اور اسلامی نظام معاشرہ آج کے تیزی سے ترقی کرتے ہوئے دور میں موزوں متبادل نہیں ہے اور اس نظام کے ذریعہ بین الاقوامی معاشی وسیاسی دوڑ میں کامیاب ہونا اور سبقت حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔

بہ الفاظ دیگر اس نظام کو اپنانے سے جدید ترین علوم کی تعلیم و تحقیق کا فروغ، عوام میں سائنسی رجحانات کی نشو ونما اور نئی ٹیکنالوجی کا زندگی کے مختلف شعبوں میں کا استعمال کرنا مشکل ہو جائے گا۔ ایران میں اسلامی انقلاب کو رونما ہوئے تقریباً ایک چوتھائی صدی گذر چکی ہے۔ یہ اتنی بڑی مدت ہے کہ جس میں اسلامی انقلاب کی مثبت یا منفی دونوں اثرات کے اشارات و نشانیاں واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہیں۔ جدید دور کے سیاق میں بہت کامیابی کے ساتھ یہ تجربہ کیا گیا ہے کہ اگر اسلامی نظام کو ہوشیاری، چابکدستی، خلوص، مصلحت اور جہاندیدگی کے ساتھ زیر عمل لانے کی منصفانہ و منظم کوشش کی جائے تو اس کے تحت ملک و قوم بلکہ سماج کا ہر فرد امن و عافیت اور خوشحالی کی زندگی گذار سکتا ہے۔

یہ وہ احساسات ہیں جو میرے ایران کے حالیہ سفر کے دوران حاصل ہونے والے خوشگوار مشاہدات و تجربات کی بنیاد پر پیدا ہوئے ہیں اور شاید اپنے ملک میں بیٹھ کر اخبار و رسائل اور برقی میڈیا کے توسط سے یہ مشاہدات کرنا اور دل کی گہرائیوں میں ان احساسات کا پیدا ہونا ممکن ہی نہیں تھا۔ انہیں براہ راست مشاہدات نے آج کے ایران کو سمجھنے اور آج کے تیزی سے بدلتے ہوئے عالمی تناظر میں اس کو درپیش چیلنجوں کا اندازہ کرنے میں کافی مدد کی ہے۔ اس سفر کے دوران یہ یقین بار بار پختہ ہوتا گیا کہ اسلامی نظام حکومت والا ملک بھی آج اور مستقبل میں بھی ترقی یافتہ قوموں کی صف میں کھڑا ہونے کی تمام صلاحیتیں و قوتیں رکھ سکتا ہے اور ان کے شانہ بشانہ ترقی کر سکتا ہے۔

عجب اتفاق ہے کہ میرا سفر ایران ایسے دن شروع ہوا جب کہ ایرانی عوام اور حکومت ایک نہایت اندوہناک اور غمناک آسمانی آفت یعنی شدید زلزلہ کی زد میں آئے تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ محض اتفاق نہیں تھا بلکہ قدرت کی جانب سے ایرانی عوام کے مزاج، ان کی انسانی اقدار اور ان کے سماجی رشتوں کی قوت کو سمجھنے کا مجھے ایک موقع فراہم کیا گیا تھا صوبۂ کرمان کے قصبہ بم میں شدید زلزلہ نے جو تباہ کاری مچائی تھی اس کا اندازہ یہاں بیٹھ کر کرنا ممکن ہی

نہیں۔ اس حادثہ نے پورے ملک کے عوام کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔ ہر فرد خواہ عورت ہو کہ مرد، بچہ ہو کہ بوڑھا ایسا محسوس کرتا ہو نظر آتا تھا جیسے کہ خود اس کے افراد خاندان بلکہ اس کے باپ بھائی، ماں بہنیں وغیرہ اس زلزلہ میں کام آگئے ہوں۔ میں نے اس طرح کی ملی ہمدردی اور اسلامی اخوت ومحبت کا اتنا وسیع مظاہرہ پہلی مرتبہ اتنے قریب سے دیکھا۔ باوجود اس کے کہ ایران میں یہ شدید سردی اور برفباری کا زمانہ تھا لیکن ہر شہر میں نوجوان لڑکے لڑکیاں، برقعہ پوش عورتیں اور مرد جابجا کیمپ لگائے ہوئے زلزلہ زدگان کے لئے سامان امداد اور رقومات اکٹھا کر رہے تھے اور عوام بھی خوب فراخدلی کے ساتھ تعاون کر رہے تھے۔ زلزلہ کے بعد دو تین دن تک تہران ایرپورٹ کے قرب وجوار کی شاہراہوں پر محض اس لئے ٹریفک جام رہا کہ امداد عطیہ کرنے والے عوام کی دو دو کلو میٹر لمبی قطاریں سڑکوں پر لگی ہوئی تھیں اور یہ لوگ ایرپورٹ کے نزدیک لگے کیمپوں میں اپنے عطیات دینے کا انتظار کر رہے تھے تاکہ ایرپورٹ سے عطیات جلد اور براہ راست زلزلہ زدگان تک پہنچ جائیں۔ ریڈیو اور ٹی وی کا یہ حال تھا کہ ان کے کئی چینل مستقل زلزلہ زدگان سے متعلق خبریں، انہیں ملبہ سے نکالنے کے اقدامات، ان کی بازآبادکاری کے منصوبے، وغیرہ بڑے موثر، دلسوز اور تخلیقی انداز میں مستقل پیش کر رہے تھے اور ان پروگراموں میں شاذونادر ہی اکتاہٹ کا کوئی پہلو نظر آتا تھا۔ ہر مرتبہ ایک نیا پروگرام، نئے کاربندے ایک نئے انداز سے پیش کرتے ہوئے نظر آتے تھے۔ ان پروگراموں کا ایک مخصوص اثر یہ تھا کہ ایرانی عوام کا اپنے برادران وطن کے تئیں محبت وایثار کا جذبہ اور مستحکم ہو رہا تھا۔ جب میں ایران سے لوٹ رہا تھا تو بم میں زلزلہ آئے ہوئے آٹھواں دن ہوچکا تھا مگر اتنے دن بعد بھی عوام کے متاثرین زلزلہ کے تئیں جوش محبت وہمدردی میں کوئی کمی ہوتی نظر نہیں آئی تھی۔ دوسری جانب حکومت کا یہ حال تھا کہ صدر جمہوریہ نے قصبۂ بم میں کھنڈرات کے درمیان ہی حکومت کے تمام اہم ارکان کی میٹنگ طلب کرلی تھی تاکہ موقع پر ہی حالات کا جائزہ لیا جائے اور ضروری اقدامات کے لئے فیصلے بھی کئے جائیں۔ اس اقدام سے

حکومت کی عوام کے تئیں احساس ذمہ داری اور خلوص کا پتہ چلتا تھا۔ اس پورے حادثہ کے منظر نامہ نے مجھے ایرانی عوام کے جذبۂ ایمانی وانسانی کو سمجھنے میں بڑی مدد کی اور میرے ذہن پر گہرے اثرات مرتب کئے۔

مہران ہوائی اڈے کے باہر آتے ہی مجھے اندازہ ہوگیا کہ ایران میں کاروں کی تعداد بہت زیادہ ہے اس کا ایک بنیادی سبب یہ بتایا گیا کہ ایران میں اسلامی حکومت نے پیڑول کی قیمت بہت کم کررکھی ہے۔ حالانکہ تیل پیدا کرنے والے اور بھی ممالک ہیں مگر دنیا میں حیرت انگیز حدتک پیڑول کی کم قیمت ایران ہی میں ہے یہاں پیٹرول تقریباً ساڑھے تین روپے فی لیٹر دستیاب ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کے سبب عام آدمی کے لئے کار رکھنا کوئی مہنگا عمل نہیں ہے۔ باوجوداس کے کہ شہروں میں کاروں کی تعداد بہت زیادہ ہے سڑک حادثہ شاذونادر ہی کہیں ہوتا ہے اس کے بھی دو بنیادی اسباب نظر آئے۔ ایک تو یہ کہ عام طور پر عوام ٹریفک کے قوانین پر ذمہ داری سے عمل کرتے ہیں اور سڑک پر پیدل چلنے والوں اور سڑک پار کرنے والوں کا خاص احترام کرتے ہیں۔ اگر کسی مرد یا عورت نے سڑک پار کرنے کے لئے قدم آگے بڑھادیا تو گاڑی والے بلاتامل گاڑی کی رفتار دھیمی کردیں گے اور گاڑی روک دیں گے تاکہ پیدل چلنے والا محفوظ طریقہ سے سڑک پار کرلے۔ کیا مجال ہے کہ کوئی گاڑی چلانے والا ناراض ہوجائے یا سڑک پار کرنے والے کو غصہ میں برا بھلا کہہ دے۔ حادثات نہ ہونے کا دوسرا سبب سڑکوں اور پلوں کا بہترین نظام نظر آیا ایک طرف تو سڑکیں بہت اچھی حالت میں بنائی گئی ہیں اور ان کی مستقل دیکھ ریکھ ہوتی ہے دوسرے جابجا فلائی اُور، اور سڑک پار کرنے کے لئے پل تعمیر کئے گئے ہیں جن سے ٹریفک روانی سے چلتا رہتا ہے۔ چھوٹے بڑے سبھی شہروں میں پلوں کو بہت خوبصورت ڈیزائنوں میں تیار کیا گیا ہے اور ان پر مستقل رنگ روغن کیا جاتا ہے جن سے سرکاری کارندوں اور عوام دونوں کے جمالیاتی ذوق کا اندازہ ہوتا ہے۔ ایران میں ہوائی اڈوں، شاہراہوں، پلوں، فیکٹریوں، دفاتر، ودیگر عمارتوں کو دیکھنے سے ایسا لگتا ہے کہ ان کی تعمیر

میں جدید ترین ٹیکنالوجی کو پوری طرح زیر عمل لایا گیا ہے۔ اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ان تمام عمارات وغیرہ کو خود ایرانی انجینئروں اور معماروں نے تعمیر کیا ہے۔ ایران میں ایسی بہت سی بڑی بڑی کمپنیاں ہیں جو نہ صرف اندرون ملک بلکہ بیرون ملک بھی بڑے بڑے تعمیراتی کام انجام دے رہی ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایرانی نظام تعلیم ایسے ماہر انجینئر، ڈاکٹر، معمار اور دیگر پیشہ ورانہ ماہرین تیار کرنے کا کام کامیابی کے ساتھ کر رہا ہے جو جدید ترین ٹیکنالوجی سے بخوبی آشنا ہیں اور اس میں مہارت رکھتے ہیں۔ اس مہارت کا ایک اور نمونہ خراسان کے مقدس شہر مشہد میں نظر آیا جہاں حضرت امام رضا کے روضہ کی تعمیر نو وتوسیع کا کام اس عمدہ طریقہ سے کیا جارہا ہے کہ اب اس میں بیک وقت کئی لاکھ افراد جمع ہو سکتے ہیں۔ روضۂ مبارک کے نیچے پارکنگ اور سڑکوں کا جال اس عمدہ طریقہ سے بچھایا گیا ہے کہ اوپر کے صحن میں ذرہ برابر بھی یہ محسوس نہیں ہوتا کہ اس کے نیچے اتنی جگہ نکالی گئی ہوگی۔

ایران کی عوام کے بیچ رہتے ہوئے ایک تجربہ یہ بھی ہوا کہ یہ لوگ بڑے سکون اور امن کی زندگی گذار رہے ہیں اس عرصہ میں کہیں دو افراد کو لڑتے یا زور سے بات کرتے یا غصہ کرتے ہوئے بھی دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ ایرانی عموماً رحمدل اور صدقہ وخیرات کرنے والے نظر آئے۔ ان کی اس طبیعت کو دیکھ کر حکومت نے سڑکوں اور بازاروں میں جابجا صدقات وخیرات جمع کرنے کے لئے چھوٹے چھوٹے بکسے نصب کردیے ہیں جن پر صدقات لکھا ہوتا ہے لوگ حسب خواہش ان میں صدقہ کی رقم ڈالتے رہتے ہیں۔ مقررہ مدت کے بعد متعلقہ محکمہ کا ملازم انہیں کھول کر رقم نکال لیتا ہے اور مرکزی دفتر میں جمع کردیتا ہے یہاں سے ان صدقات کو ضرورتمندوں تک پہنچانے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ شاید اسی نظام کے سبب ایران میں سڑکوں پر بھیک مانگنے اور دینے کا رواج نہیں ہے۔

ایران کے سفر کے دوران وہاں کے تعلیمی نظام کو بھی سمجھنے کا موقع ملا۔ دنیا میں اکثر یہ تصور کیا جاتا ہے بلکہ اس کا پروپگنڈہ زیادہ کیا جاتا ہے کہ اسلامی حکومتیں قدامت پسندی،

دقیانوسی خیالات اور شدت پسندی کی حامی ہوتی ہیں اور ان کا جدید دنیا، جدید تعلیم اور جدید ٹیکنالوجی سے صرف دور کا واسطہ ہوتا ہے ان کا اصل نصب العین صرف اسلام کی اشاعت و تبلیغ ہوتا ہے اور وہ بھی جارحانہ طور پر۔ اسلامی جمہوریہ ایران میں حقیقت اس کے بالکل برعکس نظر آئی۔ یہ کہنا بے جا ہوگا کہ انقلاب سے قبل ایران میں تعلیم کا پھیلاؤ بہت کم تھا اور یہاں خواندگی کی شرح عموماً بہت کم تھی۔ انقلاب کے بعد ایران میں تعلیمی ترقی بہت تیزی سے رونما ہوئی ہے۔ بیرونی دنیا شاید یہ سمجھتی ہو کہ اسلامی حکومت نے اسلامی تعلیمات اور تدریس پر اپنی اصل توجہ صرف کی ہوگی اور ملک عصری تعلیم، لڑکیوں کی تعلیم، اعلیٰ و تکنیکی تعلیم کو پس پشت ڈالدیا ہوگا۔ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ حکومت وقت نے عصری اور سیکولر تعلیم کی ترقی کے لئے بہت بڑے پیمانے پر اقدامات کئے ہیں جس کے نتیجہ میں آج ایران میں شرح خواندگی میں بہت تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ اسی ابتدائی اور ثانوی تعلیم میں بھی بہت تیزی سے پھیلاؤ آیا ہے جس کے سبب اعلیٰ تعلیم کی مانگ میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ اعلیٰ تعلیمی اداروں میں اضافہ کا عالم یہ ہے کہ انقلاب کے بعد تقریباً ہر شہر میں کم از کم ایک یونیورسٹی ضرور قائم ہو گئی ہے۔ جبکہ انقلاب سے قبل محض تہران میں ہی ایک یونیورسٹی تھی اب خود تہران میں کئی یونیورسٹیاں قائم ہو چکی ہیں۔

اسی طرح لڑکیوں کی تعلیم میں بہت تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ اضافہ نہ صرف اسکولی سطح پر ہوا ہے بلکہ اعلیٰ تعلیم میں بھی لڑکیوں کی نمائندگی کافی بڑھی ہے بالخصوص پیشہ ورانہ کورسوں میں سے بعض میں تو ان کی تعداد لڑکوں کے برابر ہو گئی ہے۔ طالبات سے گفتگو کرنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ آج بیشتر لڑکیاں کسی بھی صورت سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی آرزومند ہیں۔ یہ تبدیلی سابقہ دو دہائیوں میں رونما ہوئی ہے۔ اس ضرورت کے پیش نظر حکومت وقت نے لڑکیوں کے لئے غیر مخلوط اور پیشہ ورانہ تعلیم کا معقول انتظام کیا ہے جس میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔

انقلاب کے بعد کے دور میں عصری تعلیم پر جس طرح توجہ دی گئی ہے وہ تو یقیناً قابل ستائش ہے ہی اس کے ساتھ ساتھ حکومت نے ملک میں چل رہی روایتی اسلامی تعلیم پر بھی اس اعتبار سے توجہ دی ہے کہ اسے جدید تقاضوں کے مطابق بنانے، اسے جدید رجحانات سے آشنا کرانے اور ان سے استفادہ کرنے کے لئے سازگار ماحول مہیا کیا ہے۔ لیکن اس پورے عمل میں حکومت نے محض ایک ترغیب کار اور معاون کا کام انجام دیا ہے اور اصل ترقی وتبدیلیوں کو لانے کے تمام اختیارات اسلامی تعلیم کے اداروں کی جماعتوں یعنی حوضوں کو ہی سونپ دیئے ہیں اس طرح حوضے پوری آزادی اور خودمختاری کے ساتھ مدارس وجامعات قائم کرنے، ان کے نصاب مرتب کرنے اور دینی تعلیمی سہولیات کا اہتمام کرنے میں منہمک ہیں۔

حکومت کی اس غیر جانبدارانہ اور غیر مداخلتی پالیسی کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ انقلاب کے بعد اسلامی علوم کی تعلیم کے لئے ابتدائی مدارس سے لے کر اعلیٰ تعلیمی درسگاہوں اور جامعات تک بہت سے اداروں کا قیام عمل میں آیا ہے اور پہلے سے موجود اداروں میں ایک نئی قوت پیدا ہوئی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ لڑکوں کے ساتھ ساتھ اب لڑکیوں کے لئے بھی بڑی تعداد میں اسلامی مدارس قائم ہو چکے ہیں آج ایران میں تقریباً دوسو سے زیادہ لڑکیوں کے مدرسے اسلامی علوم کی تعلیم دے رہے ہیں۔ ان سبھی مدارس ودرسگاہوں میں ملک اور بیرونی ملک کے طلباء وطالبات تعلیم حاصل رہے ہیں۔ دینی تعلیم کی درسگاہوں کا معیار تعلیم بھی خاصا اونچا ہے۔ اس کا ایک سبب تو یہ ہے کہ ان مدارس میں داخلہ کے وقت داخلہ کے متمنی لڑکے لڑکیوں کو کئی مراحل پر جانچا جاتا ہے اور ہر طرح سے چھان پھٹک کر ان کا انتخاب کیا جاتا ہے چنانچہ ایسے طلباء جو سنجیدگی اور محنت کے ساتھ دینی تعلیم حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ان اداروں میں داخل ہو جاتے ہیں۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ نصاب اور ترتیل نصاب میں بعض ایسی باتیں شامل کی گئی ہیں جن سے معیار تعلیم خود بخود بہتر ہو گیا ہے۔ مثلاً تمام طلباء کے لئے کمپیوٹر سیکھنا، انٹرنیٹ استعمال کرنا اور ان کی مدد سے تفویضات وغیرہ مکمل کرنا نصاب کا حصہ

ہے۔ اسی طرح بہت سے مدارس نے انگریزی اور عربی زبان کو نصاب میں شامل کرلیا ہے۔ ان زبانوں کے علم سے طلباء زیادہ وسیع پیمانے پر اور مختلف ماخذ سے مواد آموزش حاصل کرتے ہیں اور بہتر آموزش کرتے ہیں اسی طرح طریقہ تدریس میں بھی جدید طریقہ کو شامل کیا جارہا ہے اور تعلیمی ٹیکنالوجی کا اکثر استعمال کیا جاتا ہے۔ انہیں مدارس میں سے بعض ادارے صرف اس کام میں مشغول ہیں کہ وہ اہم دینی کتب کے کمپیوٹر پروگرام تیار کررہے ہیں اور ان کی سی ڈی تیار کررہے ہیں اور مختلف اسلامی ویب سائٹ چلا رہے ہیں۔

غرض کہ موجودہ اسلامی حکومت ایران نے اسلامی علوم کی تعلیم پر متوازن طور پر توجہ دی ہے اور اسے بھی جدید رجحانات ٹیکنالوجی سے بہرہ مند ہونے اور اسلامی علوم کے طلباء کو جدید زمانے کے ذرائع ابلاغ ورسل ورسائل سے پوری طرح واقف کروانے اور انہیں دعوت وتبلیغ میں کامیابی کے ساتھ استعمال کروانے کا بھرپور موقع فراہم کیا ہے۔

مدارس میں تعلیمی معیار اونچا ہونے کا ایک اور بالواسطہ سبب بھی سامنے آیا جو بذات خود بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ انقلاب کے بعد سے مدارس میں پڑھنے والے سبھی طلباء کو ماہانہ وظیفہ کی ایک مخصوص رقم حوزہ کی جانب سے ادا کی جاتی ہے۔ اس رقم کا تعین طالب علم کی خانگی حیثیت کی بنیاد پر کیا جاتا ہے مثلاً اگر طالب علم مجرد ہے تو اسے ایک مخصوص رقم وظیفہ ادا کی جائے گی اگر وہ شادی شدہ ہے تو رقم میں اضافہ کردیا جائے گا اور بچوں کی ولادت کے ساتھ ساتھ اس رقم میں مزید اضافہ کردیا جائے گا۔ عام طور پر وظیفہ کی رقم اتنی ہوتی ہے کہ طالب اس رقم میں ایک چھوٹا سا مکان کرایہ پر لے سکتا ہے اور روزمرہ کے اخراجات پورے کرسکتا ہے۔ اس طرح وظیفہ کا یہ نظم طالب علم کو مالی مسائل سے آزاد رہ کر پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ علم حاصل کرنے میں مدد کرتا ہے۔ اس نظم سے اس کی عزت نفس بھی محفوظ رہتی ہے اور تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ ایک خود دار اور غیور عالم بن کر سماج میں قدم رکھتا ہے۔ اس نظام کا براہ راست اثر اسلامی تعلیم کے معیار پر پڑتا ہے کیونکہ طلباء مالی تفکرات سے

آزاد ہوکر یکسوئی کے ساتھ ہمہ وقت علم حاصل کرنے میں صرف کرتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں ان کے علم کی گہرائی وگیرائی دونوں بہتر ہوجاتے ہیں۔

مدارس کے نصاب میں کوبیشتر مضامین روایتی اور دینی علوم سے تعلق رکھتے ہیں جن میں بظاہر ترمیم وتنسیخ کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی مگر اس کے باوجود ان مدارس کے بعض اعلی درجات میں تحقیق کا ایک مستقل عمل ہوتا رہتا ہے اور اس کی بنیاد پر حاصل ہونے والی معلومات کی روشنی میں نصاب کی جدید کاری کا عمل بھی ہوتا رہتا ہے جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ انقلاب کے بعد مدارس کے نصاب میں جدید رجحانات کوشامل کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ یہ نصاب عصری تقاضوں کو پورا کرسکے۔ اسی طرح تعلیم وتعلم کے پورے عمل میں اشتراکی وعملی طریقوں کو اچھی خاصی جگہ دی جاتی ہے۔ چنانچہ محاضری طریقہ کے علاوہ تفویض کا طریقہ، مباحثہ کا طریقہ، تجزیاتی وتفہیمی حلقوں کا طریقہ، مقالہ نگاری کا طریقہ نصابی کتاب کا طریقہ، انٹرنیٹ کا طریقہ وغیرہ مدارس میں خوب استعمال کئے جاتے ہیں

پورے سفر کے دوران مجھے کہیں یہ محسوس نہیں ہوا کہ حکومت وقت کی طرف سے اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کے لئے کوئی جبریہ اقدام کیا جارہا ہے بلکہ اکثر ایسا محسوس ہوا کہ عوام اپنی فہم ودرک کی بنیاد پر رضا کارانہ طور پر اسلامی تعلیمات واقدار کو اپنی زندگی میں داخل کرنے کے لئے از خود آمادہ ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی اسلام دوستی اور پسندیدگی کا ڈھونگ رچانے کے بھی خواہاں نہیں ہیں۔

اقتصادی اعتبار سے بھی ایران کافی مستحکم نظر آیا۔ تیل کی خداد نعمت کو حکومت نے ملک وملت کی معاشی ترقی کے لئے خوب استعمال کرنے کی کوشش کی ہے۔ تیل کا ذخیرہ رکھنے والے بعض، ممالک نے اپنے معیار زندگی کو بلند کرنے کے لئے درآمدات کا وسیع دروازہ کھول رکھا ہے۔ حکومت ایران نے ایسا نہ کرکے بہت سی بڑی صنعتیں ملک ہی میں قائم کی ہیں تاکہ ان سے ایک طرف تو روزگار کے مواقع بہتر ہوں اور دوسری جانب ملک کے اندر ہی

سرمایہ کاری کا عمل ہو۔ چنانچہ آج کئی خارجی کمپنیاں ایران میں کاریں تیار کر رہی ہیں اور اسی طرح دیگر صنعتوں میں بھی اسی قسم کی پالیسی اپنائی جارہی ہیں۔ بازاروں میں روزمرہ کے استعمال کے سازوسامان کی فراوانی ہے جن میں سے بعض اشیاء تو بین الاقوامی معیار کی نظر آتی ہیں۔ قیمتوں کے اعتبار سے بھی اشیاء موزوں لاگت پر دستیاب ہوجاتی ہیں۔ غرض کہ زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی پذیریت اور خوشحالی نظر آتی ہے۔ ایرانی تندرستی کے اعتبار سے متوازن صحت کے مالک ہوتے ہیں اور ساتھ میں عادات واطوار کے اعتبار سے خوش مزاج، خوش اخلاق، مہمانوں کا احترام ولحاظ کرنے والے ہوتے ہیں۔ خیلی ممنون اور متشکرم اکثر زبان زد رہتا ہے اور معمولی زحمت پر تاسف کا اظہار بھی خوب کرتے ہیں۔ ایرانی عوام اور ذمہ داران حکومت کے تئیں میرے یہ تاثرات ان قلبی نقوش سے اخذ کئے گئے ہیں جو سفر ایران کے دوران غیر دانستہ طور پر میری یادداشت کا دائمی جز بن گئے ہیں۔ خوش باش باشندگان ایران۔ اسلامی جمہوریہ ایران پائندہ باد۔

☆☆☆☆